207
Ajmal Mohamed Ismail Zarkargar
House No. 20-4-52?,
Mohalla Khilwat, Hyderabad.

حق کا داعی — جامعہ محمدیہ کا ترجمان

پندرہ روزہ

صوت الحق

منصورہ
مالیگاؤں، ناسک
(مہاراشٹر)

مجلس ادارت
مختار احمد ندوی
شمس پیرزادہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

مسلمانوں کے انحطاط کا اصل سبب خدا کے بتائے ہوئے
راستے کی خلاف ورزی ہے۔ مسلمان اسوقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جبتک ایک جامع
مسلم سوسائٹی کی تشکیل نہ کریں۔ اگر ہم حقیقتاً ایک جامع اور کامیاب مسلم سوسائٹی کے خواہشمند ہیں۔
تو ہم کو اپنے بچوں کی دینی تعلیم کی طرف فوراً متوجہ ہو جانا چاہیئے۔ ورنہ۔

؎ تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

آج ہمارے چاروں طرف پراگندگی اور انتشار کا ماحول ہے۔ جس میں انسانی زندگی ہچکولے کھا رہی ہے۔
ماحول انتہائی آلودہ ہے۔ بے حیائی اور گناہ پرستی کی فضا ہمیں اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے
اگر ہم اب بھی نہ جاگے۔ اور ہم نے کوئی قدم نہیں اٹھایا تو ہمارے نونہال پستیوں میں ڈوب کر
اپنا کردار کھو بیٹھیں گے۔ پس حالات کا تقاضہ ہیکہ والدین انتہائی سمجھداری سے اپنے
بچوں کی اسلامی طریقے سے تربیت کریں۔ تاکہ عالمی اسلامی کاز کو تقویت پہنچے۔

شیخ محمد سلیم جبلپوری
مدرس مولانا آزاد ہائی اسکول، بمبئی ۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوۃ القرآن

شمس پیرزادہ

سُورَۃُ الْاِنْشِقَاق

جس کا نامۂ عمل اس کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا۔ اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش لوٹے گا۔ اور جس کا نامۂ عمل اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا۔ وہ موت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔ وہ اپنے گھر والوں میں مست تھا۔ اس نے سمجھ رکھا تھا کہ اسے کبھی لوٹنا نہیں ہے۔ کیوں نہیں! اس کا رب تو اس کو خوب دیکھ رہا تھا۔ نہیں، میں قسم کھاتا ہوں شفق کی۔ اور رات کی۔ اور جو کچھ وہ اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ اور چاند کی جب کہ وہ مہ کامل ہو جاتا ہے۔ تم کو لازماً ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ میں پہنچنا ہے۔ پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے۔ تو سجدہ نہیں کرتے۔ بلکہ یہ کافر الٹا جھٹلا رہے ہیں۔ اور یہ لوگ جو کچھ چھپا رہے ہیں اسے اللہ خوب جانتا ہے۔ تو تم ان کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے۔ ان کیلئے ایسا اجر ہے۔ جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

(سورۃ الانشقاق آیت ٧ تا ٢٢۔)

تشریح

اللہ تعالیٰ نے داہنے ہاتھ کو یہ امتیاز بخشا ہے کہ۔ وہ خیر کی علامت قرار پایا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آداب سکھلائے ہیں۔ ان میں یہ بات بھی شامل ہے کہ تمام اچھے کام مثلاً ـــ کھانا پینا، وضو کرنا، خیرات کرنا وغیرہ اپنے داہنے ہاتھ سے انجام دیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے۔ اسی شرف کی بنا پر نیکوکاروں کا داہنا ہاتھ قیامت کے دن اس بات کا اہل ہوگا کہ ان کا نامۂ عمل ان کے اس ہاتھ میں دیا جائے گا۔

نیکوکاروں سے آسان حساب لیا جائیگا! آسان حساب سے مراد جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریح فرمائی ہے۔ خدا کے حضور جواب دہی کیلئے صرف پیشی ہے۔ اس پیشی کے موقعہ پر سخت باز پرس نہیں ہوگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" قیامت کے دن جس سے حساب لیا گیا وہ عذاب میں پڑ گیا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔ (اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔) فرمایا اس کا مطلب سخت باز پرس کرنا نہیں ہے۔ بلکہ صرف پیشی کا ہے۔ سخت باز پرس جس سے بھی قیامت کے دن کی گئی۔ وہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔"

(مسلم کتاب الجنۃ)

اپنے متعلقین سے مراد۔ اسکے اہل و عیال ہیں جو صاحب ایمان ہونگے۔ اور جن کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا معاملہ کیا ہوگا۔ وہ جنت میں ایک ساتھ جمع ہونگے۔ اور انہیں ایک دوسرے کی رفاقت میسر آئیگی نیز اس مقصد کیلئے ان میں سے کسی کا درجہ گھٹایا نہیں جائیگا۔ بلکہ بلند کر دیا جائیگا۔

"پیٹھ کے پیچھے دیا گیا۔" یہ ان لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے۔ جو خدا کے حضور پیشی پر یقین نہیں رکھتے۔ اور اسی کی بغاوت کی بنیاد پر زندگی گزارتے ہیں۔ ایسے لوگ عدالت خداوندی میں مجرم کی حیثیت سے پیش ہوں گے۔ اسلئے ان کا نامۂ عمل پیچھے کی طرف سے ان کے بائیں ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا۔ انہوں نے کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ اسلئے بجا طور پر وہ اس کے مستحق ہونگے کہ انکا نامۂ عمل انہیں پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے۔

"گھر والوں میں مست تھا۔" یعنی اپنی اور اپنے بال بچوں کی عاقبت سے بے پروا ہو کر دنیا ..... اور انکی دنیا بنانے ہی میں مست تھا۔

"لوٹنا نہیں ہے۔" یعنی جب خدا اسے دیکھ رہا تھا تو وہ اسے اپنے حضور پیشی کیلئے بلائے کیسے نہیں؟ اسکے بصیر ہونے کی صفت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنے حضور جوابدہی کیلئے بلائے۔ اور اس کیلئے ضروری ہے کہ انکو مرنے کے بعد اٹھائے۔

"نہیں! میں قسم کھاتا ہوں۔" یہ تردید ہے منکرین کے اس خیال کی کہ مرنے کے بعد نہ دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اور نہ خدا کی طرف لوٹنا ہے۔

قسم کھانے کا مطلب ان چیزوں کو جن کی قسم کھائی گئی ہے بطور دلیل یا شہادت کے پیش کرنا ہے۔

شفق اس سرخی کو کہتے ہیں جو سورج غروب ہونے کے بعد آسمان پر ظاہر ہوتی ہے۔

سمیٹنے سے مراد رات کا اپنے دامن میں ستاروں کا سمیٹ لینا ہے۔

"ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ میں پہنچنا ہے۔" یہ ہے وہ بات جس کی تائید میں آثار کائنات کے کچھ احوال کو پیش کیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر انسان کو ان احوال پر اس پہلو سے غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ ان کے مشاہدے سے قرآن کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے یا نہیں کہ انسان کو لازماً ایک ایسے مرحلہ سے دوچار ہونا ہے۔ جہاں بالآخر اسے اپنے رب کے سامنے اپنے طرز عمل کے بارے میں جواب دہی کرنا ہوگی۔

سورج کے غروب ہوتے ہی سرخی کا نمودار ہونا! دن کے رخصت ہوتے ہی رات کا اپنی بزم کو ستاروں سے آراستہ کرنا۔ اور چاند کا ہلال سے بتدریج بدر کامل بن جانا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اس کائنات میں تدریج پائی جاتی ہے۔ اور اس کے خالق نے مرحلے مقرر کئے ہیں۔ چنانچہ چاند مرحلہ بمرحلہ گزر کر ہی کامل بن جاتا ہے۔ پھر اسنے انسان کیلئے جس کی خاطر اس بزم کو سجایا گیا ہے۔ آگے کے مراحل کیسے نہیں رکھے ہونگے۔ اور دنیوی زندگی کے اس ایک مرحلہ ہی میں اس کا خاتمہ کس طرح ہو جائیگا؟ بس قرآن یہ جو خبر پیغمبر کی زبانی سنا رہا ہے کہ انسان کو موت کے بعد برزخ کے مرحلہ میں داخل ہونا ہے۔ اور پھر اپنے رب کے حضور پیشی کے مرحلہ سے لازماً دوچار ہونا ہے۔ اور ان مرحلوں سے گزر کر اپنی آخری منزل جنت یا دوزخ میں پہنچ کر رہنا ہے تو اسکی پوری پوری تائید آثار کائنات کے ان احوال سے ہوتی ہے۔ جن کا ذکر اوپر ہوا۔ اگر انسان ان پہلوؤں سے ان احوال کا مشاہدہ کرے تو اس کی فکر و نظر کے زاویے بدل جائیں۔

"کہ ایمان نہیں لاتے۔" [illegible] یعنی جبکہ ان واضح شہادتوں کے بعد بھی [illegible] کیلئے تیار نہیں کہ انسان کو جوابدہی سے دوچار ہونا ہے۔ بلکہ اپنے اسی خیال پر مصر ہے کہ زندگی اسی دنیا تک محدود ہے۔ اور مرنے کے بعد کوئی مرحلہ پیش آنا نہیں ہے۔

"سجدہ نہیں کرتے۔" یعنی ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ قرآن کا یہ حقیقت افروز بیان سن کر وہ اس کی صداقت کا اعتراف کرتے۔ اور اس کی عظمت سے متاثر ہو کر خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتے۔ لیکن انہوں نے اسکے برخلاف جھٹلانے اور اکڑنے کا رویہ اختیار کر رکھا ہے۔

اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ کرنا ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور آپ نے اس مقام پر سجدہ کیا۔ اسلئے میں مرتے دم تک یہ سجدہ کرتا رہونگا۔ (مسلم)

"اللہ خوب جانتا ہے۔" یعنی حق سے عناد اور اسلام دشمنی کے جذبات اور بے قید اور مفاد پرستانہ زندگی گزارنے کی خواہش۔ جس کو وہ اپنے سینہ میں چھپائے ہوئے ہیں۔ اللہ کو اس کا بخوبی علم ہے۔

عذاب کی خبر کو خوشخبری سے تعبیر کرنے میں ایک لطیف طنز ہے کہ جب تم جنت کی خوشخبری سننے اور اپنے کو اسکا مستحق بنانے کیلئے تیار نہیں ہو تو یہ جہنم ہی کی خوشخبری سن لو۔

"ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔" یعنی نیکوکاروں کو جو اجر آخرت میں ملیگا۔ وہ وقتی اور عارضی نہ ہوگا۔ بلکہ مستقل اور دائمی ہوگا جس کا سلسلہ کبھی منقطع ہونے والا نہیں۔ گویا یہ ایک بہتا ہوا دریا ہے۔ جو ہمیشہ رواں دواں رہے گا۔

ہمدردی و غمخواری

حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ مریض کی عیادت کرو۔ اور قیدی کو چھڑاؤ۔ (بخاری کتاب المرضیٰ)

تشریح: اسلام ایک ایسے کردار کی تعمیر کرنا چاہتا ہے جس کی اہم ترین خصوصیت ہمدردی و غمخواری اور رحمت و مواسات ہو۔ انسان مصیبت میں گھرے ہوں تو ان کے کام آئے۔ اور ان کے دکھ کو اپنے جگر پر محسوس کرے۔ یہ ہمدردانہ سلوک ہر اس شخص کے ساتھ ہونا چاہئے جو مصیبت زدہ ہو۔ خواہ وہ اپنوں میں سے ہو یا غیروں میں سے اور خواہ اس کا تعلق کسی قوم اور مذہب سے ہو۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا، فقر و فاقہ کو دور کرنا۔ اسلام کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے۔ مریض کی عیادت میں اس کی مزاج پرسی بھی شامل ہے۔ اور

پندرہ روزہ صوت الحق مالیگاؤں، مالیگاؤں

جلد ۱ مورخہ ۲/ اپریل سنہ ۱۹۸۲ء شمارہ ۳

ملاحظات

رفیق احمد سلفی

گذشتہ ہفتہ جامعہ میں "سالانہ جشن" کی تقریب نہایت ہی تزک و احتشام سے منائی گئی۔ مالیگاؤں اور اس کے اطراف و جوانب سے آئی معزز شخصیتوں کے علاوہ بمبئی، احمد نگر، ناندیڑ اور جلگاؤں وغیرہ مقامات سے بھی کثیر تعداد میں احباب، اخوان جماعت اور عمائدین نے شرکت فرما کر تقریب کو رونق بخشی۔

جامعہ کے طلباء اور طالبات نے اس موقع پر عربی، اردو، انگریزی اور مراٹھی وغیرہ زبانوں میں مختلف موضوعات پر پرمغز اور موثر تقریریں کیں۔ نظمیں، ڈرامے، مکالمے، جلسے اور پیروڈیوں پر مشتمل دلچسپ پروگرام بھی طلباء کی جانب سے پیش کئے گئے۔ جس سے حاضرین کافی محظوظ ہوئے... دوسرے دن جامعہ کے طلباء اور اساتذہ کو ہندوستان کے سب سے عظیم اور بین الاقوامی شہرت کے حامل شہر عروس البلاد بمبئی کے تاریخی صنعتی اور تفریحی مقامات کی سیر کرانے کا پروگرام تھا۔ ۹ بجے صبح کو اساتذہ اور طلباء پر مشتمل یہ قافلہ بمبئی کے لئے روانہ ہوا۔ راقم الحروف بھی ہمراہ تھا۔ اس یادگار تاریخی سفر میں بمبئی کے بہت سے اہم اور خوبصورت مقامات، وسیع اور کشادہ سڑکیں، خوشنما پارک، عالیشان اور پرشکوہ عمارتیں۔ کارخانے اور فیکٹریوں اور بڑی بڑی تجارتی منڈیوں کو پہلی بار تفصیل سے دیکھنے کا موقع ملا۔ سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں آزادی کے بعد ملک نے جو زبردست ترقی کی ہے۔ اسکی گہری چھاپ ہر جگہ نمایاں تھی۔ شام کے وقت بمبئی کی وسیع اور کشادہ سڑکوں پر ترتیب سے لگے ہوئے برقی ٹیوب لائٹوں کے درمیان دوڑتی ہوئی خوبصورت ٹیکسیاں اور کاریں جو منظر پیش کرتی ہیں۔ وہ انتہائی دلفریب، دل کش اور وجد آگیں ہوتا ہے۔ ان خوشنما اور دلفریب مناظر کو دیکھ کر اقبال کے ترانۂ ہندی کا مشہور یہ مصرعہ زبان پر بار بار آرہا تھا۔ ؎

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

لیکن ان زبردست سائنسی اور مادی ترقیوں کے پہلو بہ پہلو موجودہ تہذیب کے ان تمدنی جلوؤں اور رنگینیوں کا ایک دوسرا رخ بھی نگاہوں کے سامنے آیا جو صرف ہمارے لئے ہی نہیں۔ ملک کے ہر حساس اور غیرتمند شہری کیلئے انتہائی تکلیف دہ اور اذیت ناک ہے۔ نیشنل پارک، جوہو، وائلکیشور اور کملا پارک وغیرہ مقامات پہ فحاشی، بے حیائی، جنسی انارکی اور ہوس رانی کے جا بجا بکھرے ہوئے گھناونے مناظر دیکھ دیکھ کر ہماری نگاہیں شرم و ندامت سے جھکی جارہی تھیں۔ اس موقع پر دل میں رہ رہ کر یہ احساس ابھر رہا تھا کہ مشرقی روایات اور مذہبی اور اخلاقی قدروں کا حامل گو تم بدھ، چشتی اور نانک کا یہ دیش شرم و حیا، عفت و پاکبازی اور نیک دامنی جیسی صفات اور اعلیٰ اخلاقی قدروں سے کس طرح بیگانہ ہوتا جارہا ہے۔ مغربی تہذیب نے ہماری نوجوان نسل کو زندگی کا جو تصور دیا ہے۔ اسکا سارا فلسفہ شہوت رانی اور لذتیت کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ فنون لطیفہ، آرٹ صحافت، سینما، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سارے مواصلاتی ذرائع سبھی اسی فلسفہ کی نشر و اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ کتنی برمحل ہے اقبال کی یہ پھبتی ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس آہ ان بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار" تصور کیجئے اس رومانیت اور لذت پرستی پر مبنی فلسفہ حیات کے بطن سے مستقبل کا جو ہندوستان ابھرے گا۔ اس کی تصویر کتنی بھیانک اور اندوہناک ہوگی۔ کاش ملک کے دانشوران اور ارباب بصیرت حضرات مستقبل کی اس تصویر کو دیکھ سکتے۔

اس سفر میں بمبئی کی مشہور درگاہ۔ "درگاہ حاجی علی" پر بھی حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر ہونے والی بدعات و خرافات اور غیر اسلامی حرکات کی بھی ایک جھلک دیکھنے میں آئی۔ یہاں ہر وقت عقیدتمندوں کا ایک جمگھٹا رہتا ہے۔ روزانہ ہزاروں مرد اور عورتیں شرف تقدس اور نجات کا ذریعہ سمجھ کر اس درگاہ پر حاضر ہوتی ہیں۔ مزار میں ماتھی ہیں۔ قبر کے سامنے قرآن اور نمازیں پڑھتی ہیں۔ اور صاحب قبر کے حضور پھول، شیرینی اور چادر کا تحفہ پیش کرتی ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب جاہلیت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ آخر شرک و بت پرستی اور قبر پرستی کے اسی تصور کو ختم کرنے کیلئے اللہ کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمدانی دنیا کی بعثت ہوئی تھی۔ افسوس کہ آج اسی نبی کا کلمہ پڑھنے والے کس طرح اسلام کی صورت مسخ کر رہے ہیں۔ کتنا بعد اور اختلاف ہے۔ اللہ کے پسندیدہ اسلام ..... اور اس تصوری شریعت کے درمیان۔

انہی تصورات میں کھوئے ہوئے ہم یکم اپریل کی صبح کو بخیر و خوبی جامعہ واپس آگئے۔ مقصد و غایت کے لحاظ سے یہ سفر انتہائی دلچسپ اور کامیاب رہا۔ روح کو بالیدگی، تازگی اور نشاط حاصل ہوئی۔ بہت سی اہم شخصیتوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ مختلف دینی تعلیمی اداروں اور انکی سرگرمیوں کا تعارف ہوا۔ اسکے علاوہ معلومات میں قیمتی اضافے ہوئے۔ اس قیمتی اور یادگار سفر کے نقوش ایک عرصہ تک ذہن پر ثبت رہیں گے۔ انشاء اللہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ

مسز مومنہ فیضی محی الدین انصاری

معلمہ مولانا آزاد اسکول، مومن پورہ - بمبئی ۱۱

مومن بہنو اور انسانو! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

الحمد للہ رب العٰلمین۔ الحی القیوم اور قادر مطلق نے انسان کی تخلیق کے ساتھ ساتھ اسکی ضروریات زندگی کیلئے زمین، آسمان، ہوا، پانی، غذا اور دوسری بیشمار چیزوں کو مہیا کیا ہے۔ لیکن افسوس آج اس سائنسی ایجادات اور تحقیقات کے دور نے انسان کو اس مقام تک پہنچا دیا، اور خود فریبی میں مبتلا کر دیا ہے جہاں وہ اپنی اصلیت کو یکسر فراموش کر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت اور اسکی کبریائی کا کون انکار کر سکتا ہے؟ صبح صادق، طلوع آفتاب کے دوران وہ کون سی قوت ہے۔ جو اپنی ذمہ داریوں کو خوبی اور مستحسن طور پر انجام دے رہی ہے؟ آج مادیت پرست سائنسی دانوروں کے پاس ایسی کون سی ایجاد موجود ہے۔ جسکے ذریعہ وہ دنیا کو کچھ بھی غذا عطا کر سکتے ہیں، یا کسی طرح اس پر سایہ قائم رکھ سکتے ہیں۔ یہ خشک کھیتوں اور درختوں کو پانی سے سیراب کرتے ہیں؟ ابر آلود فضا میں سورج کی شعاعوں سے کائنات کو کون روشن کر سکتا ہے؟ پرندے، چرندے، درندے اور حیوانات وغیرہ کے رزق کا انتظام کی قدرت کون رکھتا ہے؟ کوئی نہیں صرف اور صرف اللہ احکم الحاکمین ہی کر رہا ہے۔

کائنات کی بلندی، پستی یا وقت کی تخلیق خود فی حقیقتہٖ محسوس نہیں تھا۔ مادیت پرست و مغرب پرست آقاؤں کا یہ فیصلہ تبر دار فلام محض یہی انسانی تخلیق کا جائز ہے۔ جو کہ صرف سب کی غرض ہوتا منت ہے۔ ان احمقوں نے انسانی مثلاً کان، آنکھ، عقل وغیرہ دیا ہے۔ مگر اسکا ایک حقیر نعم البدل بھی پیش کر سکے؟ ہرگز نہیں۔

معاذ اللہ، اللہ کی قدرت اور اسکی عظمت کا کون تکذیب کر سکتا ہے۔ کافر و ملحد جو اللہ سبحانہ کے وجود کے منکر تھے۔ وہ بھی اپنے ظلم و استبداد کی آگ میں جل کر خاکستر ہوگئے۔ غرور و حکمت کی اساس پر تعمیر کی گئی عالیشان عمارتیں چشم زدن میں صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہوگئیں۔ غیور اور زندہ جاوید قوم کی تاریخ اس زندہ حقیقت کا ٹھوس ثبوت پیش کرتی ہے۔)

فقہاء کے مابین اختلافات کے اسباب!

قسط ۳

تحریر
فضیلۃ الشیخ عبدالقادر بن محمد عماری
قاضی محکمہ شرعیہ۔ قطر

اتحاد امت پر مذہبی تعصب کا اثر

ترجمہ
ضیاء الحسن سلفی
الدار السلفیہ بمبئی ۸

فقہائے کرام کے مابین اختلاف حسب ذیل امور کی وجہ سے ہوا۔

الفاظ کی دلالت و معانی کا اختلاف

جب ایک لفظ کئی معانی کا احتمال رکھے تو بعض معانی کو بعض پر ترجیح دینے کا مقام ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں لفظ "قروء" ہے۔ "وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ" (البقرہ ۲۲۸) مطلقہ عورتیں تین قروء تک انتظار کریں۔ یہ لفظ یہاں احتمال رکھتا ہے کہ اس سے مراد حیض ہے یا اس سے مراد طہر ہے۔ اسی وجہ سے فقہائے کرام کے درمیان مطلقہ کی مدت کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ مطلقہ کی مدت تین طہر ہو گی یا تین حیض ہو گی۔ اسی طرح اللہ کے اس قول میں لفظ "سلطان" مختلف المعانی ہے۔ "وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا" (اسراء ـ ۳۳) یعنی جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے کہ ظالم قاتل سے بدلہ لے۔ اور اس کو چاہئے کہ قصاص میں زیادتی نہ کرے۔ وہ منصور و فتح یاب ہے۔ اس آیت میں اختیار خاص طور پر قتل میں حاصل ہے۔ وہ اس کا احتمال رکھتی ہے کہ اس کو اختیار قتل یا دیت یا معاف کرنے میں ہے۔ اسی لئے اختلاف پیدا ہوا کہ قصاص کو خون بہا کی طرف منتقل کرنا مجرم کی رضامندی پر موقوف ہو گا یا اس پر موقوف نہیں ہو گا۔

(۲) **روایت:** اس میں اختلاف اس طور پر پیدا ہوا کہ ایک حدیث کسی امام تک پہنچی اور دوسرے امام تک نہ پہنچی۔ یا ان کو وہ حدیث ملی ہو۔ لیکن وہ دوسرے صحیح طریقے سے پہنچی ہو۔ جس پر اس وقت حجت قائم نہیں کی جاتی یا ایک ہی طریقے سے پہنچی ہو۔ لیکن ان میں سے ایک امام کا یہ اعتقاد ہے کہ اس کے بعض راوی ضعیف ہیں۔ یا حدیث پر عمل کرنے میں ایسی شرطیں لگاتا ہے۔ جس کو دوسرے لوگ نہیں لگاتے۔ جیسا کہ مرسل اور منقطع حدیث کا معاملہ ہے۔

(۳) **تعارض اور ترجیح:** کسی حدیث میں نسخ و تاویل کا سبب پیدا ہو جائے۔ اور دلیل مسلمہ اصولوں میں سے کسی ایک اصول سے ٹکرائے۔ ایک امام کے نزدیک یہ بات پائی جائے۔ اور دوسرے امام کے نزدیک ایسی بات نہ ہو۔ یہ چیز عام کو خاص کرنے کے قاعدہ میں اکثر پیش آتی ہے۔ تو اس صورت میں اختلاف پیدا ہوتا ہے کہ یہ حدیث قابل حجت ہے یا نہیں۔؟

(۴) ایسے دلائل جن کے قابل اعتماد ہونے کی صحت کے بارے میں لوگ مختلف ہوتے۔ جیسے استحسان، موجودہ مصالح اور اہل مدینہ کا عمل۔

چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے کتاب "رفع الملام عن الائمۃ الاعلام" میں صراحت کے ساتھ علماء کے مابین پیدا ہونے والے اکثر اختلافات کو بیان کیا ہے۔ اور اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ ہر ایک امام کی رائے میں جس کی طرف وہ گئے ہیں۔ غور و فکر کا ایک پہلو مضمر ہے۔ وہ کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرنے کے بعد مومنوں سے محبت کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ قرآن نے اس کو بیان کیا۔ خصوصاً ان علماء سے محبت کرنا۔ جو انبیاء علیہم السلام کے وارث قرار دیئے گئے ہیں۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کے قائم مقام بنایا ہے۔ جن سے لوگ بحر و بر کی تاریکیوں میں رستے تلاش کرتے ہیں۔ اور تمام مسلمان ان کی ہدایت و درایت پر متفق ہیں۔ ہمارے نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل امت مسلمہ کے علاوہ تمام امت کے علماء ان کے سب سے برے لوگ ہوتے تھے۔ مگر امت مسلمہ کے علماء امت کے افضل ترین افراد قرار دیئے گئے۔ اس لئے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپ کے جانشین ہیں۔ اور آپ کی مردہ سنت کو زندہ کرنے والے ہیں۔ انھیں کی وجہ سے کتاب اللہ قائم ہے۔ اور کتاب اللہ کے سبب سے یہ لوگ قائم ہیں۔ کتاب اللہ کے ذریعے ان کا بول بالا ہے۔ اور انھی کے ذریعہ سے کتاب اللہ کا شہرہ ہے۔ اس بات کو بخوبی جان لینا چاہئے کہ امت مسلمہ کے نزدیک ان بلند پایہ ائمہ کرام میں سے کوئی بھی قصداً سنت رسول کی مخالفت نہیں کرتا خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی۔

کیونکہ یہ حضرات اس بات پر کلی طور پر متفق تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واجب ہے۔ اور اس پر بھی متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر شخص کے قول کو لینے اور چھوڑنے کا اختیار ہے۔ لیکن جب کسی امام کا کوئی ایسا قول پایا جائے جس کے خلاف کوئی صحیح حدیث ہو تو اس کو چھوڑنے میں عذر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

بقیہ: نیپال میں اسلام

⑦ بیشتر مقامات پر جانوروں کو شرعی طریقے سے ذبح نہیں کر سکتے۔ بلکہ اپنے برادران وطن کی طرح کسی دھاردار چیز سے سر کو بدن سے الگ کر دیتے ہیں۔ اور کھاتے ہیں۔

ان مثالوں کو آپ سامنے رکھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نیپال کے پہاڑی مسلمان اسلامی احکام و آداب اور شریعت کے اوامر و نواہی سے کس قدر بے خبر ہیں۔

دو باتوں کی شدید ضرورت

① اوّل یہ کہ ان پہاڑی آبادیوں میں ان کی نیپالی زبان میں تقریر و تبلیغ کرنے والے جفاکش مبلغین بھیجے جائیں۔ جو ان دشوار گزار راہوں میں مستعدی و جگر کے ساتھ جان ہتھیلی پر رکھ کر سفر کریں۔ اور ان علاقوں میں حسب ضرورت ایک ایک یا دو دو ماہ قیام کریں۔ اور ان کو دین کی دعوت دیں۔ اور اسلام کے احکام و فرائض سے قولاً و عملاً ان کو سے روشناس کرائیں۔

② دوسری ضرورت یہ ہے کہ ایمان اور اسلام توحید و رسالت اور ارکان اربعہ پر چھوٹی چھوٹی کتابیں نیپالی زبان میں تیار کر کے نیپالی علاقوں میں پہاڑی مسلمانوں میں مفت تقسیم کی جائیں۔ نیپال میں نئی نسل جابجا سرکاری اسکولوں میں تعلیم پا کر علم سے آشنا ہو چکی ہے۔ اپنی زبان میں جب اسلامی تعلیمات کو یہ لوگ پڑھیں گے۔ تو اس پر عمل کی توفیق بھی ان کو ملے گی۔ اور احکام اسلام کی خوب اشاعت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اہل خیر کو اس جانب بھی توجہ کی توفیق عنایت کرے۔

اسرائیلی جارحیت کیخلاف جامعہ محمدیہ میں غم و غصہ

آج مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۸۲ء بروز چہار شنبہ ۹ بجے صبح جامعہ محمدیہ میں حالیہ اسرائیلی جارحیت اور مذہبی سازش کیخلاف اساتذہ اور طلبہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب ازہری شیخ الجامعہ نے یہود کی تاریخی سازش اور بیت المقدس کی دینی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے۔ اسرائیلی جارحیت اور بیت المقدس میں انہدام مسجد و فائرنگ کی سخت مذمت کی۔ اسکے بعد مولانا نور العین صاحب سلفی نائب شیخ الجامعہ نے اسرائیلی جارحیت اور اس کی غنڈہ گردی اور ظلم و زیادتی کیخلاف احتجاج کرتے ہوئے۔ دنیا کی تمام بڑی طاقتوں سے پرزور اپیل کی کہ اسرائیل کو اسکے جارحانہ اقدام سے بزور طاقت باز رکھا جائے۔ اور فلسطینی مسلمانوں کی جان و مال اور اسلامی شعائر کے تحفظ کیلئے موثر اقدامات کئے جائیں۔ یہ اجلاس ازہری صاحب محترم شیخ الجامعہ کی دعائیہ پر ختم ہوا۔ اور حسب ذیل تجاویز پاس ہوئیں۔ ① مسجد اقصیٰ کی حالیہ بے حرمتی کی سخت مذمت کی جاتی ہے اور غم و غصہ کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ② اسرائیل فوری طور سے اپنے جارحانہ اقدام سے باز رہے۔ ③ امریکہ اسرائیل کی موافقت میں ویٹو استعمال کرنا بند کرے اور پر امن اور انصاف

[illegible]

علوم قرآن ایک جائزہ

رفیق احمد سلفی — قسط ۲

اور ہر موضوع پر علماء کرام نے اتنی وسعت اور جامعیت کے ساتھ بحث کی۔ اور اس کے اطراف و جوانب کا اس طرح احاطہ کیا کہ ہر ایک کی حیثیت مستقل علم کی ہو گئی۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

فالتفسير اذا فن مستقل برأسه يقوم على اسس وتعويمات وكذلك الناسخ والمنسوخ في القرآن ايضا فن خاص يقوم على دراسة معينة واهمية خاصة والمحكم والمتشابه كذالك ...... وهلم جرا

اسطرح تفسیر کو ایک مستقل فن کی حیثیت حاصل ہو گئی جسکی بنیاد مخصوص اصول و قواعد اور مشروط پر قائم ہے۔ اسطرح ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ اور دوسرے قرآنی مباحث نے بھی الگ الگ مستقل فنون کی شکل اختیار کر لیا جو نہایت ہی اہم اور خاص بنیادوں پر قائم ہے۔

اسطرح تیسری صدی کے اختتام تک بیشتر قرآنی علوم اپنے کامل شکل میں وجود میں آ گئے تھے۔ لیکن قرآنی موضوعات سے متعلق اب تک جو تصانیف وجود میں آئی تھیں۔ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ ان میں صرف ایک ہی موضوع اختیار کیا گیا تھا۔ اور اسی کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں سے بحث کی گئی تھی۔ تیسری صدی عیسوی تک کسی ایسی تصنیف کا سراغ نہیں ملتا جس میں مختلف قرآنی موضوعات یکجا زیر بحث آئے ہوں۔

علوم قرآن کی اصطلاح کا ظہور

سیر و تراجم کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ علوم قرآن کی اصطلاح سب سے پہلے امام شافعی رحمہ اللہ نے ایجاد کی ہے۔ آپ سے پہلے کسی کی زبان یا قلم پر یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے۔

ہارون رشید کے عہد میں جب امام شافعی پر علویوں کی قیادت کا الزام لگایا گیا۔ اور اس جرم میں آپ کو پا بجولاں دار الخلافہ بغداد لایا گیا۔ اور ہارون رشید کی خدمت میں پیش کیا گیا تو۔ آپکے چہرہ پر علم و فضل کے آثار دیکھ کر اس نے آپ سے متعدد سوالات کئے۔ ہارون رشید کا پہلا سوال تھا۔

كيف علمك يا شافعي بكتاب الله عز وجل فانه اولى الاشياء ان يبتدأ به

شافعی! پہلے یہ بتاؤ کہ اللہ عز و جل کی کتاب کے بارے میں تمہارا علم کیا ہے۔ یہی کتاب اس بات کی مستحق ہے کہ اسی سے گفتگو کی ابتدا کی جائے

جواب میں امام شافعی نے عرض کیا امیر المومنین! اللہ نے متعدد کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ کتاب اللہ سے آپ کونسی کتاب مراد لے رہے ہیں۔ ہارون رشید نے کہا۔ کتاب اللہ سے مراد اللہ کی آخری کتاب قرآن ہے۔ جو اللہ کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔ امام شافعی نے پھر عرض کیا۔

ان علوم القرآن كثيرة فهل تسألني عن محكمه ومتشابهه او عن تقديمه وتاخيره او عن ناسخه ومنسوخه او عن...... او عن......؟

یعنی قرآن تو بے شمار علوم کا منبع و مخزن ہے۔ آپ محکم و متشابہ کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ یا تقدیم و تاخیر یا ناسخ و منسوخ کے بارے میں یا فلاں اور فلاں اور فلاں علوم کے بارے میں۔

ہارون رشید کے ان سوالات کے جواب میں۔ امام شافعی نے ایسا جامع، مدلل اور عالمانہ انداز اختیار کیا کہ آپ کا تبحر اور علمی کمال دیکھ کر ہارون رشید حیران و ششدر رہ گیا۔

امام شافعی اور ہارون رشید کے مذکورہ مکالمہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام شافعی کے عہد میں اگرچہ خارج میں کسی ایسے علم کا وجود نہیں ہوا تھا جسے جملہ علوم قرآنیہ کا نچوڑ اور خلاصہ کہا جا سکے۔ لیکن اس عہد میں ایسے علماء اور افاضل ضرور موجود تھے۔ جو جملہ علوم قرآنیہ کے جامع کہے جا سکتے تھے۔ اور جن کے سینوں میں قرآنی علوم کا بحر بیکراں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

چوتھی صدی کا عہد اس لحاظ سے بڑی بابرکت صدی ہے کہ۔ علوم و فنون کو اس صدی میں زبردست ترقی حاصل ہوئی۔ قرآنی علوم کی طرف پھر علماء کی توجہ اس صدی میں مبذول ہوئی۔ مختلف قرآنی مباحث کا نچوڑ اور خلاصہ تیار کیا گیا۔ اور انھیں یکجا ترتیب دے کر کتابی شکل اختیار کی گئی۔ اس طرح ایک ایسے علم کی بنیاد پڑی۔ جسے جملہ علوم قرآنیہ کا رہنما اور دیباچہ کہا جا سکتا ہے۔ اس علم میں وہ تمام مباحث زیر بحث آئے۔ جن کا قرآن سے گہرا اور قریبی تعلق تھا۔ اس علم کو اصطلاح میں علوم قرآن کا نام دیا گیا۔ بعض ماہرین کی رائے ہے کہ علوم قرآن کی اصطلاح کا ظہور ساتویں صدی ہجری میں ہوا۔ اور شیخ جلال الدین بلقینی کے ہاتھوں اس علم کی بنیاد پڑی۔ سب سے پہلے انھوں نے ہی اسکے اصول و ضوابط منضبط کئے۔ علامہ جلال الدین سیوطی الاتقان کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

ان مما اهمل المتقدمون تدوينه حتى تحلى في آخر الزمان باحسن زينته علم التفسير الذي هو المصطلح الحديث فلم يدونه احد لا في القديم ولا في الحديث حتى جاء شيخ الاسلام عمدة الانام قاضي القضاة جلال الدين البلقيني رحمه الله فعمل فيه كتابه مواقع العلوم من مواقع النجوم فنقحه وهذبه

ان علوم میں سے جسکی تدوین و ترتیب متقدمین نے نہیں کی تھی۔ اور اب بڑی زیب و زینت کے ساتھ جلوہ گر ہوئے ہیں۔ علم تفسیر یعنی علوم القرآن بھی ہے۔ اس علم کی حیثیت وہی ہے۔ جو فن حدیث میں مصطلح کی ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ اس علم تدوین کیطرف نہ متقدمین نے توجہ دی اور نہ متاخرین نے۔ شیخ الاسلام جلال الدین بلقینی سب سے پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے مواقع العلوم من مواقع النجوم لکھ کر سب سے پہلے اس فن کے اصول و مبادی کی تنقیح و تہذیب کی۔

لیکن علامہ جلال الدین سیوطی کی یہ رائے درست نہیں۔ موجودہ دور کے محققین علماء کی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ۔ چوتھی صدی کی ابتداء ہی میں متعدد ایسی تصانیف وجود میں آ گئی تھیں۔ جن کے ناموں تک میں یہ لفظ علوم ایک جزء کے شامل تھا۔ اس سلسلہ میں ابوبکر محمد بن خلف المرزبان (۳۰۱) کی "الحاوی فی علوم القرآن" ابوبکر محمد بن قاسم الانباری (۳۲۸) کی "عجائب علوم القرآن" ابو الحسن الاشعری کی "المختزن فی علوم القرآن" اور محمد بن علی الادفوی (۳۸۸) کی "الاستغنا فی علوم القرآن"۔ ابو محمد القصاب محمد بن علی الکرخی (۳۶۰) کی "نکت القرآن" وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ یہی کتابیں حقیقت میں اس فن کی اساس اور بنیاد ہیں۔

انباری کی کتاب فضائل القرآن، نزول القرآن، علی سبعۃ احرف، کتابت مصحف، عدد آیات سور اور کلمات وغیرہ مباحث پر مشتمل تھی۔ اس کتاب کا ایک نسخہ مکتبہ بلدیہ اسکندریہ میں موجود ہے۔ اسی طرح ادفوی کی "الاستغنا فی علوم القرآن" بھی ۲۰ جلدوں پر بڑی اہم اور ضخیم کتاب ہے۔ جو بہت سے اہم مباحث و فوائد کی جامع ہے۔

جامعہ محمدیہ میں طلباء کا ادبی پروگرام

۸ / اپریل سنہ ۸۴ء بروز جمعرات جامعہ محمدیہ منصورہ میں النادی المحمدی کے تحت بیت بازی کا ایک ادبی پروگرام منعقد ہوا۔ اس ادبی پروگرام کی صدارت ایڈمنسٹریٹر جناب محمد رحمانی مدنی صاحب نے کی۔ اس بزم میں طلبہ نے اپنی دلچسپی اور ذوق و شوق کا ثبوت پیش کیا۔ صدر موصوف نے اس بزم کو سراہا اور مبارکباد پیش کی۔

محمد اسلم ——— معتمد شعبۂ خطابت ——— النادی المحمدی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بمبئی کی مساجد اہلحدیث (سلسلہ ۲)

جامع مسجد اہلحدیث

مومن پورہ - بمبئی ۱۱

بقلم: عبدالعزیز انصاری!

گذشتہ شمارہ میں آپ کو بمبئی کی بنگالی مسجد اہلحدیث کے متعلق بتایا گیا تھا۔ آج میں آپ کو اس مسجد کے متعلق بتاؤں گا۔ جو جماعت اہل حدیث ہند کے ایک مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔ جامع مسجد اہلحدیث بمبئی ۱۱ اس وقت صرف سارے ہندوستان۔ بلکہ ساری دنیا کے اہلحدیث حضرات کی جانی پہچانی مسجد ہے۔ ہندوستان کے کونے کونے سے آنیوالے جماعتی بھائیوں کیلئے اس کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔ غالباً ساری بمبئی میں یہ واحد مسجد ہے۔ جو چوبیس گھنٹے کھلی رہتی ہے۔ اور دور دور سے لوگ آکر رات کو تہجد نفلیں پڑھتے رہتے ہیں۔ اس مسجد کی ابتداء سے لیکر تعمیر جدید تک کے مختصر حالات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

جماعت اہل حدیث کے افراد پہلے ڈونگری کے علاقے مغل مسجد کے پاس دوبی والوں کی چالی میں سکونت پذیر تھے۔ لیکن وہاں پر ہمیشہ مقلدین کے ساتھ جھگڑا ہوا کرتا تھا اس لئے وہاں سے منتقل ہو کر یہ لوگ بائیکلہ میں آکر بسے۔ اس وقت کے انگریز کمشنر جناب نے بیت المال ۱۸۹۰ء ہوتے جماعت کے احباب کیلئے جھونپڑے بنوائے۔ کچھ روز بعد چند بنگالی اہلحدیث حضرات بھی آکر یہاں بسے۔ انہی میں سے ایک مرحوم محمد روشن بنگالی نے جھونپڑے کی شکل میں مسجد اہل حدیث کی بنیاد ۱۸۹۹ء میں ڈالی۔ پھر جماعت بائیکلہ اہلحدیث کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس جماعت نے ۱۹۱۲ء میں اس مسجد کو جھونپڑے کی شکل میں تیار کیا۔ اور فرش کو پختہ بنایا۔ آہستہ آہستہ جماعتی افراد بڑھتے گئے۔ اور مسجد تنگ ہونے لگی۔ پھر بائیکلہ جماعت نے اس مسجد کو توڑنے اور اینٹ میں ایک منزلہ بنوا کر بنایا۔ اور مسجد کی آمدنی کیلئے اس پاس دکانیں قائم کی گئیں۔ اس مسجد کے چند مشہور امام و خطیب یہ ہیں ① مولوی ابو محمد جعفر مرحوم ② مولوی احمد مرحوم۔ ③ مولوی عبدالمعبود مرحوم۔ اور مرحوم مولانا محمد داؤد راز صاحب۔ مرحوم مولانا محمد داؤد راز صاحب نے کافی عرصہ تک اس مسجد کی خدمت کی۔ اور یہیں انہی کی ترجمہ والا قرآن مجید کے شائع کرنے کا منصوبہ یہیں تیار ہوا۔ یہ مسجد بمبئی کے اہم ترین بازار محمد علی روڈ۔ بھنڈی بازار۔ کالبادیوی وغیرہ سے دور ہونے کی وجہ سے شروع میں عام جماعتی بھائیوں سے غیر متعارف تھی۔ ۱۹۶۲ء میں محترم مولانا محمد داؤد راز صاحب کے جانے کے بعد محترم مولانا مختار احمد ندوی صاحب کا امام و خطیب کی حیثیت سے تقرر ہوا۔

مولانا موصوف نے جمعیۃ اہلحدیث کا مظفر نگر کے اجلاس کے بعد دہلی میں ایک جماعتی مرکب اور دہلی جیل بھر کر گئے تھے۔ بمبئی آپ نے جمعیۃ اہلحدیث کو بیدار کیا۔ اور اس کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی۔ انکے ساتھ سیٹھ چوچلی۔ مرحوم منشی نذیر اعظمی مرحوم عبدالحکیم شرف الدین۔ مرحوم عبدالخالق سیٹھ فیت والا۔ مرحوم مولانا عبدالرزاق سعید۔ ذکر اللہ خاں وغیرہم نے اس کام میں مولانا مختار احمد ندوی کا بھرپور ساتھ دیا۔

جمعیۃ اہلحدیث بمبئی کے زندہ ہونے کے بعد تمام بمبئی سے جماعتی حضرات دفتر جمعیت میں آنے لگے۔ اور مسجد اہلحدیث مومن پورہ میں ہر جمعہ کو ایک عظیم اجتماع ہوتا۔ آہستہ آہستہ تمام ملک کے اہلحدیث حضرات یہاں پہنچنے لگے۔ اور جمعہ میں یہ ایک منزلہ عمارت تنگ ثابت ہونے لگی۔ لوگ پڑوس کی گلیوں میں نماز پڑھنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ آخر کار مولانا مختار احمد ندوی صاحب نے مسجد کی تعمیر جدید کا بیڑہ اٹھایا۔ سب سے پہلے مرحوم حاجی عیسیٰ نے لبیک کہا اور پچیس ہزار روپے کی گرانقدر رقم پیش کی۔ ۱۹۷۰ء میں پرانی مسجد شہید کی گئی۔ اور ایک سال کے قلیل عرصے میں R.C.C. کی نہایت مضبوط، کشادہ۔ ہوادار چار منزلہ مسجد تعمیر ہوئی۔ اراکین جماعت نے اور شہر بمبئی کے مخیر حضرات نے تعاون پیش کیا۔ محترم مولانا مختار احمد ندوی نے تعمیر جدید کیلئے رات دن ایک کر دیا۔ بائیکلہ جماعت مولانا کا یہ احسان کبھی نہیں بھلا سکتی۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر دے۔ آمین۔ اس مسجد کے انجینیر افضل سیٹھ نے بلا کسی معاوضہ کے کام کیا۔ شیخ محمد علی بجاش نے فنڈ جمع کرنے میں مولانا صاحب کا بھرپور تعاون کیا۔ اللہ انہیں بھی جزائے خیر دے۔ آمین۔

۱۹۷۱ء میں اسی مسجد کے دوسرے منزلہ پر مولانا آزاد ہائی اسکول کی بنیاد ڈالی گئی۔ جبکہ اس کے پہلے منزلہ پر مدرسہ ضیاء العلوم پہلے سے قائم تھا۔ مولانا مختار احمد ندوی صاحب روزانہ بعد نماز فجر حدیث کا درس دیتے اور بعد عشاء قرآن کا درس دیتے۔ اس طرح آپ نے دو مرتبہ قرآن کی تفسیر بیان کی۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں پہلے بمبئی کے اہلحدیث حضرات پانچ طاق راتوں میں یہاں جمع ہو کر وعظ و نصیحت سنتے۔ اور رات بھر تلاوت کلام پاک کرتے۔ ہندوستان کے تمام جماعتی مدرسوں کے سفیر خطبات کے لئے جب بمبئی آتے۔ تو ان کا قیام اسی مسجد میں ہوتا۔

۱۹۸۰ء میں جب بنگالی مسجد اہلحدیث کی خدمت کیلئے مولانا مختار احمد ندوی صاحب وہاں تشریف لے گئے۔ اور ان کی جگہ محترم قاری نجم الحسن صاحب نے امامت و خطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔ آج جمعہ میں یہ حال ہو گیا ہے کہ مسجد کا چاروں منزلہ مصلیان سے بھر جاتا ہے۔ اور لوگ راستوں پر نماز پڑھتے ہیں۔ اس مسجد تک پہنچنے کیلئے ٹیکسی ڈرائیور کو آگری پاڑہ۔ مولانا آزاد روڈ۔ بمبئی ۱۱ کہنا کافی ہے۔ بمبئی کی جمعیۃ کا آفس بھی قریب ہے۔ اور اس کا فون نمبر 371798 ہے۔ بمبئی آنے والے تمام اہلحدیث حضرات سے درخواست ہے کہ وہ ضرور اس مسجد کی زیارت کریں۔ اور جماعتی بھائیوں سے ملاقات کریں۔ اس مسجد کے موجودہ ٹرسٹیان ① محمد یعقوب عبدالحفیظ ② عبدالرحیم بابا۔ ③ محمد یوسف بیوان ④ محمد عبدالواحد مقادم ⑤ رشید احمد انصاری ⑥ محمد یعقوب انصاری اور ناچیز عبدالعزیز انصاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام سابق مرحوم ٹرسٹیان کی مغفرت کرے اور موجودہ ٹرسٹیان کی خدمت کو قبول کرے۔ اور انہیں توفیق دے کہ مسجد کا نظم و نسق بہتر سے بہتر طریقہ پر سنبھالیں۔ (آمین)

نیپال میں اسلام کی آواز

از۔ عبدالرؤف الرحمانی۔ جھنڈا نگری
ناظم جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر (نیپال)

ہمارا ملک نیپال ایک کروڑ کی آبادی پر مشتمل ہے۔ اسمیں دس لاکھ سے زائد مسلمان ہیں۔ آسام سے لیکر کشمیر کی سرحد تک ایک لمبی چوڑی پٹی چلی گئی ہے۔ میدانی علاقوں میں جو مسلمان آباد ہیں۔ زیادہ تر ہندوستان ہی سے گئے ہیں۔ اور ان کی کئی نسلیں اب نیپال میں گذر چکی ہیں۔ اور وہ ایک حد تک اسلام سے آشنا ہیں۔ لیکن پہاڑی علاقوں ڈانگ، دیوکھر، سلیان، پیوٹھان کا ٹھماڈو، بجھر کوٹ، ارگھا کھانچی وغیرہ وغیرہ مسلم مقامات میں جو مسلمان آباد ہیں۔ وہ احکام اسلام سے ناآشنا اور بیگانہ محض ہیں۔

① ہم نے نیپال کے بعض پہاڑی علاقوں کا سروے ۱۹۷۶ء میں کرایا۔ تو ہمارے مشاہد نے چشم دید واقعہ بیان کیا کہ ایک جگہ ان مسلمانوں نے ایک بکرا ذبح کیا تو اسکے خون کو تھالیوں میں لے لیا۔ جب وہ خون جم گیا۔ اور ان لوگوں نے حسب دستور استعمال کرنا چاہا تو ہمارے مشاہد نے کہا کہ یہ دم مسفوح ہے اسکا استعمال حرام ہے۔ تو ان لوگوں نے توبہ کیا اور کہا کہ ہمکو یہ بات معلوم نہیں تھی۔

② ایک جگہ کا واقعہ ہمارے مشاہد نے بتایا کہ ایک پہاڑی نوجوان نے ایک پہاڑی لڑکی کو اپنے لئے منتخب کر لیا۔ دونوں باہمی تعلق پر راضی تھے۔ لیکن اس مقام میں کوئی نکاح پڑھانے والا آدمی دستیاب نہ ہوا۔ تو لڑکی کے باپ نے اپنے ہونے والے داماد سے کہا کہ تم اس کو گھر لے جا کر رکھو۔ جب کوئی میاں مولوی ہندوستان سے آئیگا۔ تو نکاح پڑھوا لینا۔

اس واقعہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ نکاح کی کوئی اہمیت ان کی نگاہ میں نہیں ہے۔ اور زنا کاری کی حقیقت اور شناعت و قباحت سے وہ بے خبر ہیں۔ اور اس سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ دور ہیں۔ ان ③ ان پہاڑی علاقوں میں عالم دین نہیں ملتے۔ علم دین کے فقدان کی وجہ سے اکثر مقامات پر مسلمان اپنے مردوں کو بغیر جنازہ پڑھے ہوئے دفن کر دیتے ہیں۔ اور اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ جب ہندوستان سے کوئی میاں مولوی آئے گا تو نماز جنازہ پڑھا لیں گے۔ (بقیہ صفحہ ... کالم ... پر)

ویل سبرامنیم

دوائیں یا سمیں

محمد یوسف انصاری
لیکچرار محمدیہ طبیہ کالج

قسط ـ ۳

اس سلسلے میں گلیکسو اسٹاف کا جو میمورنڈم ۱۹۷۷ء میں پیش ہوا اس کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ اور ایک قیمتوں سے متعلق انہوں نے لکھا —

"کمپنی نے حکومت سے تصدیق کرنے کے بعد Betnelan کی قیمت بڑھا کر ۲۸ روپے فیصد اور Betnesol کی قیمت ۳۸ روپے فیصد کر دی۔ جبکہ دونوں گولیوں میں ایک ہی نسخہ کام میں لایا جاتا ہے۔ قیمت میں یہ بڑھوتی کی بنیاد انہوں نے یہ بتائی کہ Betnelan کے برخلاف Betnesol کی گولیاں effervescent ہوتی ہیں یعنی پانی میں گھل جاتی ہیں۔ بعد ازاں یہ گولیاں Non-effervescent بنائی جانے لگیں۔ اسکے باوجود کمپنی نے سابقہ قیمت پر ہی Betnesol کی فروخت جاری رکھی۔

اس کے بعد مزید تین مثالوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا: "Betnesol کی موجودہ قیمت فی صد جیسا کہ لکھا جا چکا ہے 30.24 روپے ہے۔ اس دوا کا بنیادی جز Betamethasone تقریباً نوے فیصد مقدار میں گولی میں ملایا جاتا ہے۔ جسے کمپنی کی ناسک واقع فیکٹری میں تیار کیا جاتا ہے۔ 1975 میں اس بنیادی جز کا کمپنی ریٹ 200 روپے فی گرام تھا۔ 1977 میں حکومت کی مداخلت کی وجہ سے اس کی قیمت گھٹ کر 135 روپے فی گرام ہو گئی۔ (جبکہ ایکسائز کی قیمت ... روپے فی گرام ہوتی ہے) اس وقت کمپنی نے Betnelan گولیوں کی قیمت فروخت نہیں گھٹائی۔ اسکے علاوہ کمپنی نے ہمیشہ اس دوا کے اخراجات کو پوشیدہ رکھا۔ پھر بھی ایک محتاط اندازے کے مطابق کمپنی نے صرف اسی ایک آئیٹم پر دو سال میں ایک کروڑ روپیہ مزید منافع کمایا ہے۔

اسی طرح Macraberin کمپنی نے Coyle کی شیشیوں پر تقریباً ۳ لاکھ روپے مزید منافع حاصل کیا۔ جبکہ مصنوعات کو پیک کرنے والے بکسوں کی قیمت فی یونٹ کیلئے 8.68 روپے سے گھٹا کر صرف 1.15 روپیہ کر دی گئی۔ اس بات کو بھی حکومت وقت سے مخفی رکھا گیا۔

وہ طریقہ جس کے ذریعہ MNCs دوا ساز غریبوں کی جیبوں سے کھیلتے ہیں۔ سے متبادل قیمت بتلاتے ہیں۔ اصل منافع کو دبا دیا۔ کیمیکل کی قیمت کا آدھا پوشیدہ کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ صحیح اخراجات میں ان کا کوئی بھی حصہ نہیں ہوتا۔ یہ بات بھی سامنے آئی کہ 1970 میں Drug Prices Control Order کے تحت ۸ دواؤں کی قیمتوں کو گھٹا دیا گیا جب حکومت کمپنیوں کے اخراجات کا تخمینہ لگانے بیٹھی۔ تو خود حکومت نے متبادل قیمتوں کے حساب کو نظر انداز کر دیا۔

اور بین الاقوامی ادویاتی صنعت کی قیمتوں کو محفوظ رکھا۔ یہ کمپنیاں کس طرح عوام کی جانوں کے ساتھ ساتھ ان کے پیسوں سے کھیلتی ہیں۔ اسکا اندازہ مندرجہ ذیل مثال سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

رپورٹ میں مصنف Prednisolon ایک ہارمون کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ دوا Upjohn کمپنی تیار اور فروخت کرتی ہے۔ ایک 5 ملی گرام کی گولی پر کمپنی کی لاگت۔ ایک سینٹ سے کچھ اوپر ہوتی ہے۔ پیکنگ وغیرہ کے اخراجات کے بعد ایک گولی کی مجموعی لاگت ڈیڑھ سینٹ تک پہنچتی ہے۔ جبکہ یہی گولی کمپنی۔ دکاندار کو ۱۷ اور ایک گاہک کو 29 سینٹ میں فروخت کرتی ہے۔ یعنی کمپنی ہر گولی پر ایک ہزار فیصد منافع کماتی ہے۔ حکومت نے اس وقت تک اس بات کی تحقیق نہ کی۔ جب تک کہ جملہ حقوق Upjohn نے Schering کمپنی کو منتقل نہ کر دیے۔ یورپی دوا سازی کی تاریخ اس بات سے بھری ہوئی ہے کہ حکومت وقت کو کس طرح اس بات پر مجبور کیا گیا کہ وہ بڑی کمپنیوں کو قیمتیں گھٹانے پر آمادہ کرے۔

> اس سے پہلے کی قسط میں
> ڈاکٹروں اور دوا ساز فرموں کے تعلق سے اخلاق سوز و بے ایمانہ رویوں کا انکشاف کیا گیا تھا۔ دنیا بھر میں معروف اس مقدس پیشہ کو نام نہاد دوا ساز فرموں اور ڈاکٹروں نے جس بیدردی سے کچلا و بدنام کیا ہے۔ اس کی نظیر تاریخ طب میں بھی نہیں ملتی۔ زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی دھن میں یہ تمام بھروسہ فرمیں انسانوں کو کس طرح بلی کا بکرا بنا کر بھینٹ چڑھا رہی ہیں۔ آپ خود فیصلہ کیجیے کہ انہیں ہم کیا کہیں۔۔۔؟؟

لیکن ہندوستانی عوام کو کسی بھی طرح کی ایسی کوئی سہولت نہیں دی جاتی۔ حالانکہ ہندوستان میں بھی ایسے واقعات ضرور انجام ہوئے۔ لیکن یہاں حکومت نے انکے خلاف کسی بھی طرح کے اقدام اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ایسا ہی ایک واقعہ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۲ کو دہلی میں پیش آیا۔ دہلی میں آل انڈیا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ میں ایک نوزائیدہ مریض کو گلوکوز دیا جا رہا تھا۔ وہاں ایک ڈاکٹر کو اچانک گلوکوز کی بوتل میں پھپھوند دکھائی دی۔ اور اس نے بروقت ڈرپ ہٹا کر مریض کو موت کے منہ سے بچا لیا۔ یہ بوتل دوا ساز فرم "..." کی تیار کردہ تھی۔ جو ملک کے مشہور دوا خانوں کو دوا فراہم کرتی ہے۔ تحقیق کرنے پر مزید بوتلوں میں پھپھوند پائی گئی۔ لیکن کمپنی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

میڈیکل انسٹی ٹیوٹ کے جونیئر ڈاکٹروں نے اس سلسلے میں احتجاج کیا۔ اور کمپنی کو بلیک لسٹ کرنے۔ اور اس کے خلاف کارروائی کرنے کی مانگ کی۔ آخر کتنے مریضوں کی موت کے بعد ان کی آنکھیں کھلیں گی۔

اس سلسلے میں "ڈرگ کنٹرولر آف انڈیا" جو دواؤں کے سلسلے میں کمپنیوں کے نام کی سفارش کرتا ہے۔ وہ بھی خاموش ہے۔ حتیٰ کہ کچھ اعلیٰ ذمہ داران بھی یہ نہیں چاہتے کہ اس سلسلے میں کوئی پیش قدمی ہو۔ ان لوگوں کو اپنے مفاد کے آگے مریض کی موت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اور یہ لوگ دواؤں میں موت کی فروخت میں ملوث رہ کر صرف اپنی تجوری بھرنا چاہتے ہیں۔

دوسرا واقعہ بمبئی شہر کا ہے۔ آفس میں کام کرنے والی ایک لیڈی کلرک نے اسٹور سے سر درد کی ٹکیہ خریدی۔ اور کھانے کے لئے جب اس نے کاغذ کھولا۔ تو اس نے دیکھا کہ اس میں ایک مرا ہوا کاکروچ ہے۔ اسے بہت حیرت ہوئی اور واپس ٹکیہ میڈیکل اسٹور میں لے گئی۔ جہاں اس کو یہ بتایا گیا کہ اس کمپنی کے نمائندے کو یہ معاملہ بتایا جائے گا۔ وہ بعد میں آئے۔ لیکن کئی ہفتوں کی جنگ و دو کے بعد بھی اس کے احتجاج کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ سر درد کی وہ ٹکیہ معروف کمپنی "کریسنٹ" کی تیار کردہ تھی۔ لیکن افسوس اس واقعے کے بعد بھی۔ اس کمپنی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

اگر آج ہندوستانی عوام بیدار ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یورپی ملکوں کی طرح یہاں حکومت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ ایسی کمپنیوں کے خلاف قدم اٹھائے۔ اور انہیں کوالیٹی کنٹرول اور قیمتوں کے تعین کے لئے مجبور کرے۔ ٭

* پرنٹر پبلشر
عبدالعزیز انصاری
* پروپرائٹر
جامعہ محمدیہ منصورہ۔ مالیگاؤں
* طباعت
عوامی پریس جوہر چوک مالیگاؤں
* کتابت
اقبال لطیف
* زر سالانہ
غیر ممالک سے — ۱۰ ڈالر
ہندوستان، بنگلہ دیش سے — ۱۲ روپئے
* فی پرچہ
۵۰ پیسے
* خط و کتابت کا پتہ
منیجر صوت الحق
منصورہ۔ مالیگاؤں۔ ناسک

احوالِ جامعہ و کوائفِ جماعت

مالیگاؤں کے اہلحدیث حضرات کا منصورہ میں اجتماع!

مورخہ ۹ رمئی ۱۹۹۱ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب ناظم جامعہ کی دعوت پر مالیگاؤں کے اہلحدیث حضرات کا ایک اجتماع جامعہ محمدیہ منصورہ میں زیر صدارت مولانا فضل الرحمٰن عمری شیخ الجامعۃ المحمدیہ منعقد ہوا۔ محترم صدر نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ اور انہیں بتایا کہ دینی و تبلیغی اجتماعات سنت نبوی اور سلف صالحین کی روایات ہیں۔ اسلئے آپ حضرات کا اس نیک کام کو کرنے کیلئے جمع ہونا قابل ثواب ہے۔ ناظم جامعہ عبدالعزیز انصاری نے بتایا کہ جامعہ محمدیہ ایک اہلحدیث ادارہ ہے۔ اور اس ادارہ کی طرف سے ہر سال شہر مالیگاؤں میں دینی اجتماعات منعقد ہوتے رہے ہیں۔ یکم و ۲ رمئی کو بمبئی میں صوبائی جمعیت اہلحدیث بمبئی کی دعوت پر سلفی علماء بمبئی تشریف لارہے ہیں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان علماء کو مالیگاؤں آنے کی دعوت دی جارہی ہے۔ اور مورخہ ۲ و ۳ رمئی کو مالیگاؤں شہر میں دو روزہ دینی اجتماع رکھنے کی تجویز ہے۔ اس پروگرام کو کامیاب بنانے کیلئے تمام اہل حدیث حضرات کو مل جل کر کام کرنا ہے۔ جماعت کے معززین و نوجوانوں کی کثیر تعداد نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا۔ اور کہا کہ جامعہ محمدیہ کی طرف سے ضرور بالضرور دینی اجتماع ہونا چاہئے۔ شہر کے بزرگوں و نوجوانوں پر مشتمل ایک پروگرام کمیٹی تشکیل دی گئی۔ بشرکاء مجلس کا صدر مجلس نے شکریہ ادا کیا۔

اور بعد نماز عشاء جامعہ کی بسوں نے انکے ان نیک بندوں کو ان کی قیام گاہ تک پہنچایا۔

جامعہ کے استاد کی والدہ کا انتقال

ہمدردان جامعہ کیلئے یہ خبر یقیناً باعث رنج و غم ہوگی کہ محترم مولانا عبدالقدوس سلفی مدنی کی والدہ محترمہ کا مورخہ ۷ رمئی ۹۱ء بوقت اذان جمعہ انکے وطن میں انتقال ہوگیا۔ مورخہ ۹ رمئی ۱۹۹۱ء کو خط کے ذریعہ اطلاع ملتے ہی شیخ الجامعۃ المحمدیہ نے مرحومہ کیلئے نماز جمعہ ... نماز جنازہ غائبانہ پڑھایا۔

محترم مولانا عبدالقدوس گذشتہ ہفتہ اپنی والدہ کی عیادت کیلئے گئے تھے۔ مرحومہ کی حالت علالت انتہائی خراب تھی۔ لیکن پھر بھی مدرسہ کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کیلئے مرحومہ نے مولانا عبدالقدوس کو مجبور کیا کہ وہ واپس مدرسہ جائیں۔

اور اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔ ایسی نیک اور ذمہ دار خاتون یقیناً جنت کی حقدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور لواحقین کو صبر عطا فرمائے۔ (آمین)

طلبۂ جامعہ محمدیہ کی بمبئی ٹرپ!

نسیم اختر انصاری

مجلس ادارت نے ابتداء سال ہی میں جامعہ کے داخلی اور تعلیمی نظم و نسق کو چلانے کیلئے پورے سال کا ایک خاکہ مرتب کر لیا تھا۔ اور اسی کے مطابق تعلیم و تدریس امتحانات و تعطیلات کا نظم چلتا رہا۔ مجلس ادارت کی قرار دادوں میں اسپورٹس و ایک اور ٹرپ کا پروگرام بھی شامل تھا۔ اسپورٹس اور سالانہ جشن کا پروگرام ۲۸ رمارچ ۱۹۹۱ء اتوار کی شام کو عشاء سے قبل بخیر و خوبی ختم ہوگیا تھا۔ جس کی ایک مختصر رپورٹ آپ نے صوت الحق کے پچھلے شمارہ میں ملاحظہ فرمایا۔

۲۹ رمارچ ۱۹۹۱ء دوشنبہ کی صبح جامعہ کے اساتذہ اور تمام طلباء پر مشتمل ایک ٹرپ بمبئی کے لئے روانہ ہوا۔ جسکی تعداد تقریباً ۱۵۰ رتھی۔ جامعہ کی اپنی تین بالترتیب چھوٹی بڑی بسیں ہیں۔ انکے ذریعہ طلبہ اور مدرسین کو منماڑ پہنچایا گیا۔ کچھ طلبہ پہلے پہنچ گئے تھے۔ وہ بذریعہ ایس ٹی منماڑ پہنچے۔ اسٹیشن ہی پر دوپہر کا کھانا کھایا گیا۔ اور ایک بجے کے قریب بھساول پسنجر سے بمبئی کیلئے روانگی ہوئی۔ ٹرین لیٹ ہونے کی وجہ سے ۹ بجے بمبئی پہنچے۔ وہاں پہلے ہی سے قیام و طعام کے تمام انتظامات محترم جناب امین الجامعہ عبدالعزیز انصاری نے درست کر رکھا تھا۔ پہنچتے ہی سب لوگوں نے رات کا کھانا کھایا۔ اور نماز عشاء سے فارغ ہو کر رات آرام سے بسر کی۔ صبح ابھی ناشتہ سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ ڈبل بسیں آکر کھڑی ہو گئیں۔ یہ بسیں پہلے ہی سے دو روز کیلئے ریزرو کرلی گئی تھیں۔ پروگرام کے مطابق سب سے پہلے حاجی علی لے جایا گیا۔ یہاں جانے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ہمارے دلوں میں اس قبر کی زیارت کا جذبہ کام کر رہا تھا یا اسکے تقدس اور احترام کا لحاظ تھا۔ نہیں بلکہ بمبئی کی عام تفریح گاہوں کی طرح محض ایک تفریح گاہ کا تصور تھا۔ یہاں پہنچنے کے بعد ہم نے جو کچھ دیکھا اس سے یہ محسوس ہوا کہ ان قبور پرستوں اور کفار و مشرکین کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اسلئے کہ جس طرح ہم نے اس قبر پر سجدہ اور طواف کرتے ہوئے مسلمانوں کو دیکھا۔ اسی طرح کافروں کو بھی دیکھا۔ گویا اسلام نے کفر و اسلام کی جو حد بندی کی ہے۔ وہ اس مقام پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ اور یہ کفار اور مسلمان مشرکین دونوں ہم عقیدہ اور ہم مسلک ہو جاتے ہیں۔ کاش اسلام کو بدنام کرنے والے یہ نام نہاد مسلمان معمولی تدبر سے بھی کام لیتے تو شرک و توحید کی حقیقت واضح ہو جاتی۔

اسکے بعد رانی باغ کیلئے روانہ ہوئے۔ اس طویل و عریض عجائب خانہ کو دیکھنے میں ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوگیا۔ یہاں قسم قسم کے جانوروں کو دیکھ کر اللہ کی قدرت اور اسکی صناعی یاد آتی رہی۔ اسکے بعد مچھلی گھر، جو تا گھر اور کملا نہرو پارک کی سیر کرائی گئی۔ کملا نہرو پارک بمبئی کے بلند ترین مقام پر واقع ہے۔ ساحل سمندر اور محل وقوع کی بلندی کی وجہ سے یہ پارک بمبئی کا نہایت پر فضا اور دلفریب مقام ہے۔ شام کو جب آفتاب عالم اپنی کرنوں کو سمیٹتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہونے کیلئے جھکتا ہے۔ تو اسوقت یہاں مالک حقیقی کی ملکوت و جبروت اور قدرت و عظمت کا منظر بڑا ہی عبرتناک اور سبق آموز نظر آتا ہے۔ مغرب کی نماز اذان و جماعت کے ساتھ اسی پارک کے مغربی حصہ میں ادا کی گئی۔ جماعت ہوتے ہوئے دیکھ کر اور بھی اللہ کے بہت سے نیک بندے شریک جماعت ہوگئے۔ اسطرح علماء اور طلباء پر مشتمل ایک بہت بڑی جماعت نے نماز مغرب ادا کی۔ شاید اس پارک میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی نماز اور جماعت رہی ہو۔ دوسرے دن سہار ہوائی اڈہ، پورٹ ٹرسٹ، ویر پارک، چھوٹا کشمیر، آرے ملک کالونی، نیشنل پارک، گیٹ وے آف انڈیا، جوہو اور چوپاٹی کی سیر کرائی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مقامات ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ دنیا کی بہترین تفریح گاہ ہیں۔ جوہو اور چوپاٹی کی رنگینی و رعنائی سنتے آرہے تھے۔ لیکن ہم ایسے وقت میں وہاں کی سیر کرائی گئی کہ اس وقت بالکل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ شاید ایسا قصداً کیا گیا ہوگا ——— ۳۱ رمارچ کی رات کو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بھساول پسنجر سے واپسی ہوئی۔ منماڑ اسٹیشن پر جامعہ کی بسیں پہلے سے انتظار میں تھیں۔ دس بجے کے قریب بخیر و خوبی جامعہ پہنچ گئے۔

قیام و طعام کے انتظامات مولانا آزاد ہائی اسکول بمبئی میں کئے گئے تھے۔ مولانا آزاد ہائی اسکول۔ جماعت کا بمبئی میں وہ ادارہ ہے جو اپنے نظم و نسق اور معیار تعلیم کے لحاظ سے بمبئی کے اندر وہ قابل رشک اور مشہور کیا جاتا ہے۔ یہاں کے ہیڈ ماسٹر اور جملہ اسٹاف نے ہمارا حتی الامکان تعاون کیا۔ رہنے سہنے اور نہانے دھونے کا ایسا معقول انتظام تھا کہ سفر کی صعوبتوں کا ذرہ برابر احساس نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام معاونین کو جزائے خیر دے۔ اور بانی مدرسہ مولانا مختار احمد ندوی کو اجر عظیم سے نوازے (آمین)

صوبائی جمعیۃ اہلحدیث بمبئی کا نواں سالانہ

اجلاسِ عام

انتہائی مسرت کیساتھ اخوان جماعت کو یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ صوبائی جمعیۃ اہل حدیث بمبئی کا نواں سالانہ اجلاس عام انشاءاللہ یکم و ۲ رمئی ۹۱ء مطابق ۱۷، ۱۸ رجب یوم سنیچر و اتوار روزانہ شب کو بعد نماز عشاء حسب سابق بمقام جھولا میدان میں منعقد ہوگا۔ جسکی صدارت کے فرائض جمعیۃ اہلحدیث ہند کے صدر محترم مولانا عبدالوحید صاحب انجام دینگے۔

جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کا دینی تبلیغی اجتماع

بمبئی اجلاس کے بعد انشاءاللہ مورخہ ۲ و ۳ رمئی ۹۱ء بروز پیر و منگل کو بمبئی سے موصوف علماء کرام دینی اجتماع سے خطاب کرینگے مقررین علماء۔ مولانا مختار احمد ندوی صاحب، مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی مولانا علی احمد صاحب بنارسی۔ مولانا عبدالاول صاحب بستوی۔ مولانا شمس پیرزادہ صاحب۔ مولانا عبدالرشید خان جاپانی والے۔ مولانا قاری نجم الحسن صاحب و دیگر علماء کرام خطاب کرینگے۔ بڑی تعداد میں شریک ہو کر استفادہ کریں۔

(خواتین کیلئے پردے کا معقول انتظام رہیگا)

[illegible]